القصہ کام اُنکے نے پایا جب انصرام
پہونچے جو حربگاہ تلک وان کیا قیام
لیکر حرم روانہ ہوئے تب بسوئے شام
دکھلانیکو وہ عترت اطہر کیواسطے

مین آہ کیا کہون نظر آئی جو کچھ وہ ٹھانو
گر ہاتھ تھا درست کسی کا جدا تھا پانو
جس جا کٹا ہوا تھا رسول خدا کا گانو
تیشکل اور آل پیمبر کے واسطے

تو تھو نپہ جا پڑی نظر اُن کی جونا گہان
زینب پکاری ہے توان تو تھونمین جہان
تاریک و تیرہ ہوگیا آنکھو نمین دو جہان
بھائی جگہ دے اپنی بھی خواہر کیواسطے

اے بیگناہ کشتۂ وند لوح بے سبب
مین کیونکہ آتی تو تھونمین یا ذن تجھے کر جب
پہونچی ہون تجھ تلک آنکے مین بھی لبعد تعب
پہچاننے کو سر نہو پیکر کے واسطے

تجھ سر کے شام جانیکا مین کیا کہون اصول
اس سر کے بالین سے سدا نبچۂ رسول
لٹکے تھا نوک نیزہ سے اور پڑ رہی تھی دھول
شانہ تھا گیسوان معنبر کے واسطے

نانا ردا کو اپنی رکھے تیرا فرش خواب
باباکی کینت کے سبب ابن بو تراب
ہان پڑ رہنے زمین پہ ہے جو عکس آفتاب
تین خاک اختیار کی بستر کیواسطے

پیر ہونکے غم مین چاہیے رو رو کے مین مرون
اے نور چشم فاطمہ بتلا مین کیا کرون
کفنا کے کسطرح سے تجھے گور مین دھرون
سو تو نہین ہے چادر و معجر کیواسطے

زینب غرض کہ رو رو باواز دردناک
یہ جو نمین وہ پڑا ہے کہ جسکے قدم کی خاک
کہتی تھی یہ کہ تیغ ستم سے ہوا ہلاک
سرمہ تھی یہ چشم خسرو خاور کیواسطے

یا مرتضیٰ علی ولی حشر کا قیام
سودا کو بھولیو نہ تو اپنے ز فیض جام
جس روز ہو عرش پہ رکھے ہے یہ غلام
دریائے العطش کے شناور کیواسطے

مرثیہ مربع مستزاد

ہے ایک روایت ز روایات پر از غم
رو اسکو تو سنکر
میدان مین شہ دین کے مارے گئے جس دم
سب خویش و برادر
زینب سے لگے کہنے یہ تب سرور عالم
تم سنتی ہو خواہر
سر پر نہ رہا کوئی مرے مونس و ہمدم
نیر از دم خنجر
مجکو بھی جدھر وہ گئے ادھر ہی کو جانا
اے صاحبۂ دین

تقطیع سے مقوم کے بچنے کا ٹھکانا ہو کٹواکے عزیزون کا سر اس سر کو بچانا یہ ننگ گوارا نہ ہوا از خلقت آدم		مجکو نہین کیون مین اپنا نہین امین زنہار بشر پر
مین جاکے مدینے مین منہ اب کسکو دکھاؤن پوچھے جو کوئی اُنکو تو کس طرح بتاؤن کیا قوم عرب کے تئین اپنے پہ ہنساؤن جیتا ہوا جاؤن جو کر اس معرکے رم		بیخویش و عزیزان تقفیں غریبان ہو زیست کا خواہان ہے مرگ سے بدتر
اکبر کی مجھے منع کرے ہے کہ نہ پی آب اور لگگئی دن رات کا آنکھون نے مرے خواب ہر لحظہ وہر آن یہ دل رکھتی ہے بیتاب کیا لطف اٹھاویگا وہ جس کا ہو یہ عالم		اب تشنہ دہانی اصغر کی کہانی قاسم کی جوانی آفاق مین جی کر
عباس کے کر قطع ستم کیشون نے بازو جون خشکی مین ماہی ہو نظر آئے ہے مجھکو دل دیکھ سکینہ کے پریشان ہوئے گیسو جز مرگ علاج اسکا نہین کیجیے مرہم		ڈالے بر رُوے خاک یون عابد غمناک جون شانہ ہے صد چاک ہو زخم جو تن پر
زینب سے نے عرض شاہ کے اس نظم بیان کی بولین کہ رہا تو ہی ہے اب خرد و کلان سے نکلا یہ سخن جس گھڑی زینب کی زبان سے بولے کہ نہین ہے یہ جگہ بارسنے کی دم		سر پیٹ کے اکبار چارن مین نہ زنہار سنکر شہ ابرار یو نہین ہے مقدر
یہ کہکے ہوا شاہ کا میدان کو آہنگ اور راست کیے اپنے بدن ہمسلح جنگ اُس آن حرم بیچ قیامت کا ہوا رنگ اکبار گیا شیون دلہاے پُراز غم		رخصت ہو بن سے ہمشکل کفن سے فرقت کو محن سے افلاک سے اودھر
کرتا تھا شہ دین کی کوئی منت و زاری بیٹے تھا سر اپنے کے تئین وقت سواری		پڑتا تھا کوئی پانو لے لیکے کوئی نانو

ڈھونڈھے تھا کوئی مارنے کو اپنے کٹاری
مطلب کہ عجب طرح سے تھا اُس گھڑی ماتم
ہر خورد ہر اک تھا تو
تقریر سے باہر

فرمانے لگے دیکھ شہنشاہ یہ حالت
موقع نہیں شیون کا یہ ہے وقت وصیت
محروم سکینہ کو دریں عالم غربت
نازک ہے یتیموں کا دل اس سے تو ہو محرم
یوں اہل حرم سے
کیا سودا المہ سے
رکھیو نہ کرم سے
شیشے کے برابر

سجاد و سکینہ کو نہ ڈانٹے ہے نہ مارے
رہیو تم انھوں کے یہ جو دونوں ہیں بچارے
اور اپنی مصیبت پہ ہیں رونے کو تمھارے
زنہار مرے بعد نہ تم کو ٹیو باہم
کوئی کہے کم سن
دلجوئی میں تن دن
مانع نہیں لیکن
کیا سینہ و کیا سر

راغب کرو دل صبر پہ حق کا ہے یہ مرغوب
اس امر میں بندے کو خموشی ہے بہت خوب
آگر یہ مبادا نہ کہیں حضرت ایوب
صابر نہ رہے مرضی ایزد پہ کوئی دم
گو جی ہے غم اندوز
از نالۂ جاں سوز
محشر کے یقیں روز
اولاد پیمبر

اس امر میں سر پیٹ کے مو کرنے پریشاں
ماتم میں خراشیدن رو نزد بزرگاں
دم لو کہ مرا دور ابھی اے پردہ نشیناں
تن پر تو مرے دیکھتے ہو سر کو مسلم
کچھ کام بھلا ہے
کار جہلا ہے
خنجر سے گلا ہے
کیوں ہوتی ہو مضطر

جب نذر خدا لائے خلیل اپنے پسر کو
پایا نہ قبول اُس کا خدائی نے کسی رو
گردن کا بنی ناد کیے خنجر سے نہ یک مو
دینے کو دیا امر الٰہی نے پھر اُس دم
کرنے لگے قربان
شان نبی سے کہ شایان
کاٹا گیا اُس آن
زیر دم خنجر

یہ دیکھ کے احوال ردی وہ نبی اللہ
تاریک ہوا نظر و نہیں سے ماہی سے تا ماہ
مقبول مرا ہووے نہ یہ سر حق کے پدر گاہ
کر نالۂ و فریاد
یہ غم ہوا رو داد
تم چاہیے ہو شاد

افسوس صد افسوس کہ شادی کی جگہ غم	ہو تمسبھوں کے دل پر
اس سر کی سعادت ہے کہ جو راہ خدا مین	گردن سے جدا ہو
بندہ ہے وہی خوب جو ہر رنج و بلا مین	راضی برضا ہو
اک غور کرو آپ کو دو جگ کی بنا مین	تم کون ہو کیا ہو
صابر برضا بیٹھو قدم گاڑ کے محکم	اے عترت اطہر
خنجر یہ وہی ہے جو گلے میرے چلے گا	تمکو یقین ہو
وقت اسکے گلے لگنے کا ذرہ نہ ٹلے گا	گو اب وہ نہین ہو
سردم تلے ہرگز نہ مرا اس سے ہلے گا	لرزش بزمین ہو
وہ خنجر تقدیر ہے مین اس سے ہون محرم	جو اس مین ہین جوہر
اسطرح وہ مظلوم تو دیتا تھا دلاسا	عترت کو نبی کی
تقدیر نے خنجر کا رگڑ سنگ سے واسا	خواہان ہوئی جی کی
اس مر مین الحاج محمد کا نواسا	لائے تھا کسی کی
القصہ مرخص ہو گیا با دل پر غم	میدان کو وہ سرور
اور آگے شہادت کا بیان کیا کرون ہیہات	جسطرح وہ مظلوم
اس دشت بلا بیچ ستم پرورون کے ہات	کٹوا گیا حلقوم
لکھی ہے تواریخ مین ہر راوی نے یہ بات	یون ہمکو ہے معلوم
کچھ کم دو ہزار اسکو جراحت لگے بیہم	خر شمر کے خنجر
پرنالے سے بہنے لگے ان زخمونکو جب چاک	ہو ضعف سے بیتاب
اس لحظہ اوتر گھوڑے سے آیا بسوے خاک	وہ مہر جہان تاب
مانند شفق اسکے بدن ور جسد پاک	تھا خون کا گرداب
توسن سے لگا کہنے یہ با دیدۂ پر نم	وہ دین کا سرور
اے بادیہ پیماے جہان تجھ سے وصیت	کرتا ہو تمہین اس آن
تا خیمہ پہونچنے کی نہین اب مجھے طاقت	لب پر ہے دم بیجان
جا کر یہ سخن کہہ طرف پردۂ عصمت	اے اسکے یتیمان
سرکاٹ کے جسکا رکھین گے ظالم اظلم	برچھی کی سنان پر

بستر پہ جو بیماری کے ہی عابد بیمار کیسا ہی جو ہو مرضی حق میں مجھے آزار جو ظلم و ستم تجھ پہ کریں قوم جفا کار تنہا نہ مصیبت میں گرفتار ہیں کچھ ہم	اُس سے تو یہ کہیو راضی ہی تو رہیو سر اپنے پہ سہیو تجھے سارے ہو تیم
جانا جو ہو قسمت سے مدینے کو تمھارا کہیو کہ سلام ابن علی کو کے صد بارا جب تک کہ لعینوں نے سر اُسکے کو اُتارا مشتاق و ملاقات رہا مر گئے تا دم	جاویرے بدیہا ہر دوست کو میر تھا یاد میں تیرے فرزند حبیب
یہ کہکے شہ دین نے کیا گھوڑے کو رخصت میں بعد نصیب اُسکے ہوا جام شہادت وان سے جو گیا اسپ سوے پردۂ عصمت پھر کیا کہوں تھا حق ہی اُس احوال سے محرم	خیمے کی طرف کو از دست جفا جو ل جیرہ میں لوہو گذرا جو اخون پہ
آیا جو نظر خانۂ زین شاہ سے خالی وحشت ہوئی اک وحشت محشر سے نرالی خاک اپنی سر و شکل پہ ہر ایک نے ڈالی پہچانے تھا کوئی نہ کسی کے تئیں باہم	میں کیا کہوں اُن از نالہ و افغان کر بال پریشان از عترت اطہر
لوہو سے بھری دیکھے گھوڑے کی جبین کو بولیں کہ مگر قتل کیا سرور دین کو کہو کدھر اُس مہر نبوت کے نگین کو بتلا وے ہمارا ہی کدھر مونس و ہمدم	سر پیٹ کے زینب کہ واقعی تو اب کھول اپنے ذرا لب ہم بھی چلیں ادھر
سچ کہ کسی بیرحم نے رحم اُسپہ کیا تھا پانی خلف ساقی کو دیا تھا کہ جی پیاس ہی نے جسم سے کیا انکا لیا تھا اسطرح کی آفت کبھو دیکھی ہی نہیں ہم	جب سر کو اُتارا یا تشنہ ہی مارا جو جگ سے سدھارا زنہار بشر بھ
کہتا تھا کوئی اُس سے کہ اے بادیہ پیما	کہیو مرے فرزند